سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رضؓ

طالب الہاشمی

حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضؓ

حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ

①

۱۱ ہجری میں سرورِ عالم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرامؓ پر قیامت بیت گئی۔ دنیا ان کے لیے اندھیر ہوگئی اور وہ فرطِ غم سے نڈھال ہو گئے۔ لیکن رضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کیا چارہ تھا۔ نمازِ جنازہ پڑھ کر سینے پر پتھر رکھا اور بادیدۂ گریاں محبوب کبریا ﷺ کے جسد اطہر کو لحد میں اتار دیا۔ اس وقت بھورے بالوں والے ایک بلند قامت اور قوی الجثہ صاحب رسولؓ کی بے تابی کا عجیب عالم تھا۔ اپنے آقا و مولا ﷺ سے جدا ہونے کو جی نہ چاہتا تھا۔ حزن و ملال کی تصویر بنے ہوئے تھے اور بار بار بے چینی سے اپنے ہاتھ مل رہے تھے۔ یکا یک ان کی انگلی سے انگوٹھی نکل کر قبر مبارک میں گر گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ قریب ہی کھڑے تھے، انہوں نے کہا، قبر میں اتر کر اپنی انگوٹھی نکال لو۔ وہ صاحب قبر میں اترے، اپنے محبوب آقا ﷺ کے قدم مبارک کو ہاتھ لگایا اور پھر لوگوں سے کہا، مٹی گراؤ۔ جب تھوڑی سی مٹی ڈالی جا چکی تو وہ آنکھوں سے سیل اشک بہاتے بادل ناخواستہ قبر مبارک سے باہر آئے۔ یہ صاحب رسول جن کو ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے سب سے آخر میں جدا ہونے کا شرف حاصل ہوا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ تھے۔

②

حضرت ابوعبداللہ مغیرہ بن شعبہؓ کا شمار اپنے دَور کے نامور سیاسی مدبرین میں ہوتا ہے۔ وہ طائف میں آباد مشہور قبیلہ ''بنوثقیف'' کے چشم و چراغ تھے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

مغیرہؓ بن شُعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس۔

بعض روایتوں میں ان کی کنیت ابوعبداللہ کے علاوہ ابوعیسیٰ بھی بیان کی گئی ہے۔

بنوثقیف بڑے متمرد اور جنگجو لوگ تھے اور سرسبز وشاداب زمینوں باغوں اور دولت کی ریل پیل نے ان کا دماغ آسمان پر چڑھا رکھا تھا۔ ۱۰ نبوت میں رحمت عالم ﷺ ان کو دعوت توحید دینے طائف تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے عربوں کی روایتی مہمان نوازی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آپؐ سے ایسا ناروا سلوک کیا کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ ان لوگوں کو اجتماعی طور پر ۹ ہجری سے پہلے قبول اسلام کی توفیق نصیب نہ ہوئی، البتہ بعض اِکا دُکا سعید الفطرت ثقفی اس سے پہلے ہی شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوگئے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ایسے ہی خوش بخت ثقیفوں میں شامل تھے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ۵ ہجری میں مشرف بہ ایمان ہوئے اور اسی سال وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں چند آدمیوں کو قتل کر ڈالا تھا اگرچہ بنوثقیف کے ممتاز رئیس عروہؓ بن مسعود نے ان کی طرف سے دِیَت ادا کر دی لیکن وہ وطن میں نہ ٹھہرے، بھاگ کر چھپتے چھپاتے مدینہ منورہ آ گئے اور حضورؐ کی بیعت اور شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہونے کے بعد یہیں مستقل اقامت اختیار کر لی۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت مغیرہؓ اپنے وقت کا بیشتر حصہ بارگاہِ رسالت میں گزارتے تھے اور فیضان نبوی سے خوب خوب بہرہ یاب ہوتے تھے۔ ان کو حضورؐ سے بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ ہر وقت آپؐ کی خدمت پر کمربستہ رہتے تھے۔ حضورؐ کوئی حکم دیتے تو لپک کر اس کی تعمیل کرتے، آپؐ کے لیے وضو کا پانی لا دیتے، آپؐ کے کاشانۂ اقدس کی حفاظت کا فرض انجام دیتے۔ آپؐ کے اونٹ جنگل میں چرانے کے لیے لے جاتے۔ چونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے اس لیے بعض اوقات کتابت وحی کی سعادت بھی نصیب ہو جاتی۔

ذیقعدہ ۶ ہجری میں سرورِ عالم ﷺ نے عمرہ کے ارادہ سے مکہ کا عزم فرمایا اس موقع پر چودہ سو صحابۂ کرامؓ کو آپؐ کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ اس میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بھی شامل تھے۔ اثنائے راہ میں جب حضورؐ کو اطلاع ملی کہ مشرکین مکہ مسلمانوں کی مزاحمت کرنا چاہتے ہیں

اور انہوں نے ایک فوجی دستہ مسلمانوں کو روکنے کے لیے روانہ کر دیا ہے تو آپؐ معروف راستے کو چھوڑ کر ایک اور راستے سے حدیبیہ پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے کیونکہ آپؐ کا ارادہ لڑنے کا نہ تھا۔ حدیبیہ سے حضورؐ نے ایک سفیر قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم لڑنا نہیں چاہتے عمرہ ادا کر کے واپس چلے جائیں گے۔ اس کے جواب میں قریش نے عروہؓ بن مسعود ثقفی کو حضورؐ سے گفتگو کے لیے بھیجا۔ عروہؓ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ اگرچہ طائف کے رہنے والے تھے لیکن قریش مکہ بھی ان کو بہت مانتے تھے اور اپنا بزرگ سمجھتے تھے۔ عروہؓ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر گفتگو کا آغاز کیا تو عرب کے عام رواج کے مطابق بار بار حضورؐ کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے۔ اس وقت حضرت مغیرہؓ بن شعبہ چہرے پر ڈھاٹا باندھے (یا سر پر خود رکھے) اور ہتھیار سجائے حضورؐ کی پشت مبارک کی جانب کھڑے تھے۔ ان کو عروہؓ کا اندازِ تخاطب سخت ناگوار گزرا۔ بار بار اپنی تلوار کے قبضہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے۔ آخر پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور کڑک کر بولے:

"تجھے معلوم نہیں کس سے بات کر رہا ہے، خبردار اب ہاتھ آگے نہ بڑھانا۔"

عروہؓ نے ان کی آواز پہچان لی اور بولے، "او دغاباز کیا تو میرے احسان کو بھول گیا۔" یہ اس واقعے کی طرف اشارہ تھا، جس میں عروہؓ نے حضرت مغیرہؓ کی طرف سے خون بہا ادا کیا تھا۔

حضرت مغیرہؓ نے کہا، "کچھ بھی ہو تم اپنا ہاتھ پیچھے رکھو۔"

عروہ قریش کے پاس واپس گئے تو ان کو جمع کر کے اس طرح خطاب کیا:

"اے برادرانِ قریش! میں دنیا کے بڑے بڑے فرماں رواؤں (قیصرِ روم، کسریٰ ایران، نجاشیِ حبشہ) کے درباروں میں گیا ہوں۔ لیکن محمد (ﷺ) کے ساتھی جس طرح ان کے والہ و شیدا ہیں اور جس قدر ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، میں نے کسی بادشاہ کے دربار میں عقیدت اور وارفتگی کا یہ منظر نہیں دیکھا۔ محمد (ﷺ) تھوکتے ہیں تو یہ لوگ اُن کے لعاب کو اپنے ہاتھوں پر لیتے ہیں اور اپنے جسم اور چہرے پر مل لیتے ہیں۔ محمد (ﷺ) وضو کرتے ہیں تو یہ لوگ مستعمل پانی کے ایک ایک قطرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آپس میں لڑ مریں گے۔ محمد (ﷺ) کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کی تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ اُن کے سامنے کوئی شخص بلند آواز سے گفتگو نہیں کرتا اور نہ اُن کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتا ہے۔ میری مانو تو محمد (ﷺ) سے صلح کر لو۔"

قریش عروہؓ کی باتوں سے متاثر تو ہوئے لیکن صلح پر آمادہ نہ ہوئے۔ اب حضورؐ نے

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے ان کو مکہ میں روک لیا۔ جب وہ واپس نہ آئے تو مسلمانوں میں مشہور ہوگیا کہ عثمانؓ کو مشرکین قریش نے شہید کر دیا ہے۔ اس سے مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔ یہ فرما کر آپ ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہؓ سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ اسی کا نام بیعت رضوان ہے یعنی خدا کی خوشنودی کی بیعت، کیوں کہ اس بیعت میں شریک ہونے والے صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے کھلے لفظوں میں اپنی خوشنودی کی بشارت دی۔ سورۂ فتح میں انہی نفوس قدسی کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو بھی بیعت رضوان کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ اس اعتبار سے وہ ''اصحاب الشجرہ'' کی عظیم المرتبت جماعت میں شامل ہیں۔ ان اصحاب نے جس جوشِ ایمان اور جذبۂ فدویت کا مظاہرہ کیا، قریش کو اس کا علم ہوا تو ان کے حوصلے پست ہوگئے۔ انہوں نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو واپس بھیج دیا اور صلح پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ صلح نامہ حدیبیہ معرضِ تحریر میں آیا اور مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح مبین کی بشارت پا کر حدیبیہ سے مراجعت کی۔

(۳)

صلح حدیبیہ کے بعد حضرت مغیرہؓ نے غزوۂ خیبر، فتح مکہ، غزوۂ تبوک اور کئی دوسرے غزوات میں سرورِ عالم ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔ شعبان یا رمضان ۹ ہجری میں اہل طائف نے اپنے چند ذی اثر اور زیرک آدمیوں کا ایک وفد عبد یا لیل کی سرکردگی میں مدینہ منورہ روانہ کیا۔ جب یہ وفد مدینہ منورہ کے قریب مقام ''ذی حرض'' میں پہنچا تو ان کی ملاقات حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے ہوئی جو وہاں اونٹ چرا رہے تھے۔ انہیں اپنے ثقفی بھائی بند کے آنے کی غرض و غایت معلوم ہوئی تو اس قدر خوش ہوئے کہ حضورؐ کو اطلاع دینے کے لیے مدینہ منورہ کی طرف دوڑ پڑے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ مل گئے۔ انہوں نے پوچھا، خیر تو ہے، اس

طرح بے تحاشا کیوں بھاگ رہے ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے وفد ثقیف کی آمد کی خبر سنائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں قسم دے کر کہا کہ یہ خوش خبری مجھ کو پہنچانے دو۔

حضرت مغیرہؓ کو صدیق اکبرؓ کا بے حد پاس ولحاظ تھا، ان کی بات مان گئے اور راستے ہی سے وفد کے پاس لوٹ گئے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے سرورِ عالم ﷺ کو وفد ثقیف کی آمد کی اطلاع دی تو آپؐ کو بھی بہت مسرت ہوئی۔ اسی اثنا میں حضرت مغیرہؓ بھی ارکان وفد کو ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں پہنچ گئے۔ حضرت مغیرہؓ نے ان لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ دربارِ نبوتؐ پہنچ کر اس طریقہ سے سلام کرنا لیکن ان لوگوں کے رگ و ریشے میں جاہلیت رچی ہوئی تھی انہوں نے اپنے جاہلانہ دستور کے مطابق حضورؐ کو سلام کیا تاہم حضورؐ نے ان کے طرزِ عمل کو نظر انداز کر دیا۔ اس موقع پر حضرت مغیرہؓ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ میری قوم کے لوگ ہیں اگر اجازت ہو تو ان کو اپنا مہمان بناؤں اور ان کی خاطر مدارات کروں۔''

حضورؐ نے فرمایا:

''میں منع نہیں کرتا کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو لیکن ان کو ایسی جگہ اتارو جہاں قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی رہے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھ سکیں۔''

چنانچہ حضورؐ کے ایماء پر وفد ثقیف کو مسجد نبویؐ کے صحن میں خیمہ نصب کر کے ٹھہرایا گیا۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران میں ارکان وفد نے قرآن سنا اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو بہت متاثر ہوئے۔ سرورِ عالم ﷺ بھی ہر روز نمازِ عشاء کے بعد ان کے پاس تشریف لے جاتے اور دیر تک گفتگو فرماتے رہتے۔ بالآخر اہل وفد چند شرائط پر قبول حق کے لیے تیار ہو گئے لیکن اپنے معبود بت ''لات'' کے بارے میں ان کے دلوں میں سخت خوف بیٹھا ہوا تھا۔ قبولِ اسلام کے شرائط طے ہو جانے کے بعد انہوں نے حضورؐ سے پوچھا:

''ہمارے بت لات کے بارے میں آپ کا کیا ارادہ ہے؟''

حضورؐ نے فرمایا: ''اسے توڑ دیا جائے گا۔''

حضورؐ کا ارشاد سن کر ان لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا، بولے اگر لات کو آپؐ کے ارادے کا علم ہو گیا تو وہ ہمیں تباہ و برباد کر دے گا۔"

حضرت عمر فاروقؓ بھی اس موقعے پر موجود تھے۔ ان سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ ان لوگوں کو ملامت کرنے لگے کہ تم ایک بے جان پتھر سے اتنا ڈرتے ہو؟

اہل وفد نے برہم ہو کر کہا:

"عمر تم نہ بولو، ہم تمہارے پاس نہیں آئے۔" یہ کہہ کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا:

"ہم میں تو اتنی ہمت نہیں کہ لات کو ہاتھ لگائیں، آپ جو چاہیں کریں۔"

حضورؐ نے متبسم ہو کر فرمایا:

"اچھا تو یہ بت شکنی ہمارے ذمہ رہی تم لوگ یہ کام نہ کرنا۔"

اس کے بعد سب اہل وفد مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اپنے وطن کو مراجعت کی۔ وفد ثقیف کی واپسی کے چند دن بعد سرورِ عالم ﷺ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت ابوسفیانؓ بن حرب (اور ایک روایت کے مطابق حضرت خالدؓ بن ولید کو بھی) طائف روانہ کیا کہ لات اور اس کے معبد کو برباد کر دیں۔ وفد کی واپسی پر بیشتر بنو ثقیف اور ان کے احلاف حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے لیکن پھر بھی ان کے دل سے "لات" کی ہیبت نہ گئی تھی۔ علامہ طبری کا بیان ہے کہ بنو ثقیف کی عورتوں کے دلوں سے کفر و شرک کا زنگ دور ہونے میں کافی وقت لگا۔ وہ لات کو بہت مانتی تھیں، اس پر چڑھاوے چڑھاتی تھیں اور اس سے مرادیں مانگا کرتی تھیں۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے طائف پہنچ کر "بت کدۂ لات" کو گرانے کا آغاز کیا تو ثقفی عورتیں روتی پیٹتی سر برہنہ گھروں سے نکل آئیں اور یہ شعر پڑھ پڑھ کر اپنے مردوں کو ملامت کرنے لگیں:

الا ابکین دفاع

اسلمها الرضاع

الم یحسنوا المضاع

یعنی "ان لوگوں پر روؤ کہ بزدلوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے حوالے کر دیا اور ان سے معرکہ آرا نہ ہوئے۔

حضرت مغیرہؓ نے ان کے شور و شیون کی کچھ پروا نہ کی، پہلے لات کے بت کو توڑا، پھر بت کدہ کی دیواروں پر چڑھ گئے اور انہیں گرانا شروع کر دیا۔ ان کے ساتھیوں نے بھی ان کی مدد

کی اور سب نے مل کر نہ صرف عمارت کا ایک ایک پتھر گرا دیا بلکہ ان کی بنیادیں تک کھود ڈالیں۔ بت کدہ کی بربادی کے بعد اہل طائف کے دلوں سے خوف دور ہو گیا اور ان میں توحید کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔ اب وہ اسلام کے بازوئے شمشیرزن بن گئے۔ ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کا موقع آیا تو تمام بنوثقیف بڑے ذوق وشوق سے حج میں شریک ہوئے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو بھی اس موقع پر حضورؐ کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔

سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد آپؐ کی قبر مبارک میں حضرت مغیرہؓ کی انگوٹھی گرنے کا واقعہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ بعض اہل سیر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت مغیرہؓ نے اپنی انگوٹھی عمداً قبر مبارک میں گرائی تھی تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے سب سے آخر میں جدا ہونے والے شخص کی حیثیت سے یاد کیے جائیں چنانچہ بقول ابن سعدؒ وہ ہمیشہ لوگوں کے سامنے بدیں الفاظ فخر کا اظہار کیا کرتے تھے کہ میں تم سب میں رسول اللہ ﷺ سے آخری جدا ہونے والا شخص ہوں۔

(۴)

سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے جمہور مسلمین کی طرح خوشدلی سے ان کی بیعت کر لی۔ عہد صدیقی کے اوائل میں فتنۂ ارتداد نے زور پکڑا تو حضرت مغیرہؓ نے مرتدین کے خلاف جہاد میں پرُجوش حصہ لیا۔ امام حاکمؒ نے اپنی ''مستدرک'' میں لکھا ہے کہ حضرت مغیرہؓ یمامہ کے مرتدوں کی سرکوبی میں پیش پیش رہے اور اسی وقت مدینہ واپس آئے جب مرتدین کا پوری طرح قلع قمع ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ مسند نشین خلافت ہوئے انہوں نے صدیق اکبرؓ کے شروع کیے ہوئے کام کو آگے بڑھایا اور ایران وشام کے خلاف جنگی سرگرمیوں کو تیز کر دیا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اسی زمانے میں عراقِ عرب کی مہم پر جانے والے مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

رمضان ۱۴ ہجری میں مسلمانوں نے بویب کے مقام پر ایرانیوں کو عبرتناک شکست دی۔ اس شکست نے مجوسی ایران کی غیرت کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ عراق عرب کے جن علاقوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا وہاں بھی بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو ان حالات کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے عراق عرب کی اسلامی فوجوں کے سپہ سالار حضرت مثنیٰؓ بن حارثہ کو حکم بھیجا کہ ساری فوجوں کو سمیٹ کر سرحد عرب

کی طرف ہٹ آؤ۔ ساتھ ہی انہوں نے سارے عرب میں جہاد کی منادی کرادی۔ تھوڑے ہی عرصے میں مدینہ منورہ میں ہر طرف جوش جہاد سے سرشار مجاہدین کا سیلاب امڈ آیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو عراق عرب کی مہم کا سپہ سالار مقرر کیا اور مناسب ہدایات دے کر مدینہ منورہ سے روانہ کر دیا۔ شراف کے مقام پر حضرت مثنیٰؓ کی ماتحت فوج بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئی۔ (اس وقت حضرت مثنیٰ معرکۂ جسر میں کھائے ہوئے زخموں کی وجہ سے وفات پا چکے تھے) اسی مقام پر حضرت سعدؓ کو حضرت عمر فاروقؓ کا خط ملا، جس میں انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ شراف سے آگے بڑھ کر قادسیہ میں قیام کرو جو ایران کا دروازہ ہے۔ یہ خط ملتے ہی حضرت سعدؓ شراف سے چل کر قادسیہ میں جا خیمہ زن ہوئے۔ دوسری طرف ایرانی فرماں روا یزدجرد نے ایک نامور ایرانی جرنیل رستم بن فرخ زاد کو ایک جرار لشکر دے کر مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کا حکم دیا۔ رستم ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس ساٹھ ہزار ایرانی جنگجوؤں کے ساتھ مدائن سے چلا اور مدائن سے متصل ساباط کی فوجی چھاؤنی میں پڑاؤ ڈالا۔ قیام ساباط کے دوران میں اس نے ایران کے تمام علاقوں میں ہرکارے دوڑا دیے جہاں سے امدادی فوجوں کا تانتا بندھ گیا۔ ابھی وہ ساباط ہی میں مقیم تھا کہ حضرت سعدؓ نے امیر المؤمنینؓ کے حکم کے مطابق چودہ آدمیوں پر مشتمل ایک سفارت براہِ راست یزدجرد کے پاس مدائن بھیجی۔ اس سفارت کے ایک رکن حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بھی تھے۔ حضرت مغیرہؓ سمیت اس وفد کے تمام ارکان وجاہت، شجاعت اور تقریر و گفتگو میں چوٹی کے لوگ تھے۔ اس وفد سفارت نے کسریٰ کے دربار میں پہنچ کر بڑی عمدگی سے گفتگو کی اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ یزدجرد مسلمانوں کی باتیں سن کر آپے سے باہر ہو گیا اور سفرا کو نہایت درشتی سے نکال دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک کے سر پر مٹی کی ایک ٹوکری اٹھوائی اور کہا کہ تم ہمارا ملک فتح کرنے آئے ہو لیکن تمہیں یہاں سے اس مٹی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اسلامی سفارت کے مدائن سے جاتے ہی یزدجرد نے رستم کو حکم بھیجا کہ ساباط سے چل کر قادسیہ پہنچو اور مسلمانوں کو کچل ڈالو۔

رستم نے ایک لاکھ اسی ہزار فوج اور تین سو جنگی ہاتھیوں کے ساتھ ساباط سے قادسیہ کی طرف کوچ کیا اور نہایت سست روی سے چلتے ہوئے قادسیہ کے سامنے عتیق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ وہ ایک جہاندیدہ اور دور اندیش جرنیل تھا اور عربوں کی شجاعت اور پامردی سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ مسلمانوں سے صلح کی کوئی صورت نکل آئے اور وہ لڑائی کے بغیر

ہی واپس چلے جائیں۔ چنانچہ اس نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو پیغام بھیجا کہ اپنا کوئی معتمد میرے پاس صلح کی گفتگو کے لیے بھیجو۔ حضرت سعدؓ نے پہلے حضرت ربعی بن عامرؓ اور پھر حضرت حذیفہؓ بن محصن کو سفیر بنا کر رستم کے پاس بھیجا لیکن ان دونوں سفارتوں کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ تیسری مرتبہ حضرت سعدؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ رستم نے نہایت اہتمام سے دربار سجایا۔ دور دور تک بیش بہا قالینوں کا فرش بچھوایا، راستے کے دونوں طرف نہایت اعلیٰ وردیوں میں ملبوس فوج کے دستے کھڑے کر دیے اور خود امرا کے درمیان زرنگار تاج سر پر رکھ کر سونے کے تخت پر بیٹھا۔ حضرت مغیرہؓ معمولی لباس پہنے بڑی بے نیازی سے رستم کے دربار میں داخل ہوئے اور سیدھے رستم کے تخت پر اس کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے۔ اس پر سارا دربار برہم ہو گیا اور چوبداروں نے آگے بڑھ کر حضرت مغیرہؓ کو تخت سے اتار دیا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ میں نے تو سنا تھا کہ اہل ایران بڑے مہذب اور ذی شعور لوگ ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ایک شخص کو خدا بنا کر تخت پر بٹھا دیتے ہیں اور پھر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم عربوں میں یہ دستور نہیں ہے۔ تم نے خود مجھے یہاں مہمان بنا کر بلایا ہے اس لیے میرے ساتھ تمہارا یہ سلوک کسی طرح مناسب نہ تھا۔ اگر تمہارے یہی اعمال و اخلاق ہیں تو سمجھ لو کہ تمہارے آخری دن آ گئے ہیں۔

رستم حضرت مغیرہؓ کی باتیں سن کر بہت نادم ہوا اور کہا، میں نے تمہیں اپنے پاس سے اٹھانے کا حکم نہیں دیا تھا، یہ ملازموں کی غلطی تھی لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم اپنی بوسیدہ تلوار اور ذرا ذرا سے تیروں کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کرو گے؟

حضرت مغیرہؓ نے جواب دیا ''بے شک میری تلوار بوسیدہ ہے لیکن اس کی دھار کی تیزی پر مجھے پورا اعتماد ہے۔ رہے تیر تو سمجھ لو کہ شعلۂ آتش خواہ چھوٹا سا ہو پھر بھی آگ ہے اور اس کی خاصیت جلانا ہے۔''

اس نوک جھوک کے بعد رستم نے معاملے کی بات شروع کی اور اپنی سلطنت کی شان و شوکت اور بے پناہ عسکری قوت کا ذکر کر کے کہا کہ تم لوگ اب بھی واپس چلے جاؤ تو ہم تمہارا تعاقب نہیں کریں گے بلکہ تمہارے سپہ سالار اور فوج کے دوسرے تمام افسروں اور سپاہیوں کو ان کے حسب مرتبہ انعام دیا جائے گا۔

حضرت مغیرہؓ نے نہایت جوش سے جوابی تقریر کی اور آخر میں تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ

کر کہا، اگر تم دینِ حق قبول نہیں کرتے تو جزیہ دینا قبول کرو ورنہ تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔

رستم حضرت مغیرہؓ کا جواب سن کر آگ بگولا ہوگیا اور اس نے للکار کر کہا:

''آفتاب کی قسم اب ہرگز تم سے صلح نہ ہوگی، کل تم سب کو ہلاک کردوں گا۔''

حضرت مغیرہؓ نے کہا: ''بہت اچھا جو اللہ چاہے گا۔''

اس کے بعد وہ لشکر میں واپس آ گئے اور حضرت سعدؓ کو رستم کے عزائم سے مطلع کیا۔ انہوں نے اسی وقت مجاہدین کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ دوسرے دن مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان قادسیہ کی خونریز لڑائی کا آغاز ہوگیا جو تین دن تک جاری رہی اور ایرانیوں کی عبرت ناک شکست پر منتج ہوئی۔

۵

قادسیہ کے بعد حضرت مغیرہؓ نے عراق عرب کے کئی اور معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ ۱۵ ہجری میں نوتعمیر شہر بصرہ کے گورنر حضرت عتبہؓ بن عزوان نے وفات پائی تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت مغیرہؓ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ اپنی امارتِ بصرہ کے دوران میں انہوں نے کئی شاندار کارنامے سرانجام دیے۔ میسان اور اس کے ملحقہ علاقوں کو بزورِ شمشیر مسخر کیا، پھر ایک دفتر قائم کیا جہاں سے سپاہیوں کو تنخواہیں اور وظیفہ خواروں اور وثیقہ پانے والوں کو وظیفے اور وثیقے ملتے تھے اور ان کا باقاعدہ رجسٹروں میں اندراج ہوتا تھا۔ اس زمانے میں ایک خاتون اُمِ جمیل حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے پاس وقتاً فوقتاً آتی تھی۔ اس کا تعلق ایک شریف خاندان سے تھا اور اس کا خاوند جنگ میں شہید ہوگیا تھا۔ شوہر کی شہادت کے بعد وہ مالی مشکلات میں مبتلا ہوکر بصرہ کے بڑے گھروں میں مدد کے لیے آتی جاتی تھی۔ حضرت مغیرہؓ کے پاس بھی اس کی آمدورفت اسی غرض سے تھی لیکن بعض لوگوں نے ان کو اُمِ جمیل سے متہم کردیا اور حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ان کے خلاف شکایت کی۔ یہ شکایت ملنے پر حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا، میں تمہیں مغیرہ بن شعبہ کی جگہ بصرہ کا گورنر بناتا ہوں، میرا یہ خط مغیرہ کو دو اور بلاتاخیر انہیں مدینہ بھیج دو۔

اس خط میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت مغیرہؓ کو لکھا تھا:

''مجھے ایک بُری خبر ملی ہے۔ میں ابوموسیٰ کو بصرہ کا گورنر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ انہیں حکومت کا چارج دے کر فوراً مدینہ پہنچو۔''

حضرت مغیرہؓ نے امیر المؤمنینؓ کے حکم کی تعمیل کی اور بصرہ کی زمامِ حکومت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے سپرد کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ امیر المؤمنینؓ نے ان پر لگائی گئی تہمت کی تحقیق کی تو شہادت سے ان پر یہ الزام ثابت نہ ہو سکا۔ امیر المؤمنینؓ کو ان کی بریت سے بڑی خوشی ہوئی لیکن انہوں نے حضرت مغیرہؓ کو دوبارہ بصرہ کی امارت پر بھیجنا مناسب نہ سمجھا اور کچھ عرصہ بعد انہیں حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی جگہ کوفہ کا والی بنا دیا۔ یہ ۲۱ ہجری کا واقعہ ہے۔ جنگ نہاوند بھی اسی سال پیش آئی تھی۔ اہل سیر نے اس جنگ میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی شرکت کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے۔ یہ جنگ فی الحقیقت یزدجرد کی آخری کوشش تھی جو اس نے مسلمانوں کو ایران سے نکالنے کے لیے کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک آزمودہ کار ایرانی جرنیل مردان شاہ کی قیادت میں ڈیڑھ لاکھ فوج میدانِ جنگ میں جھونک دی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو ایرانیوں کے اس جم غفیر کی اطلاع ملی تو انہوں نے خود ایرانیوں کے مقابلے پر جانا چاہا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے مشورہ دیا کہ آپ کا مدینہ منورہ چھوڑنا مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی دوسرے افسر کی قیادت میں فوج روانہ کریں اور امرائے یمن، شام، کوفہ و بصرہ کے نام فرمان جاری کریں کہ وہ اپنی اپنی جمعیت (اپنی فوجوں کا کم از کم ایک ثلث) لے کر نہاوند کی طرف بڑھیں جہاں ایرانی لشکر نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ امیر المؤمنینؓ نے یہ مشورہ مان لیا اور حضرت نعمانؓ بن مقرن کو سپہ سالار مقرر کر کے نہاوند کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ علامہ بلاذریؒ نے ''فتوح البلدان'' میں لکھا ہے کہ اس موقعے پر انہوں نے یہ ہدایت بھی کی کہ اگر لڑائی میں نعمانؓ بن مقرن شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ لشکر کی قیادت سنبھالیں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو جریرؓ بن عبداللہ بجلی امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مغیرہؓ بن شعبہ سپہ سالار ہوں گے۔

اسلامی لشکر نے نہاوند سے چند میل دور اسپد ہان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اسی جگہ حضرت نعمانؓ بن مقرن کو مردان شاہ کا پیغام ملا کہ ہمارے ساتھ گفتگو کے لیے سفارت بھیجو۔ حضرت نعمانؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو سفیر بنا کر بھیجا کیونکہ اس سے پہلے وہ قادسیہ میں یہ کام نہایت حسن و خوبی سے انجام دے چکے تھے۔ مردان شاہ نے ان کے آنے سے پہلے بڑی شان و شوکت سے دربار سجایا، خود تاج پہن کر طلائی تخت پر بیٹھا اور اس کے دائیں بائیں ملک کے

امیر اور شہزادے پرتکلف لباس اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہن کر بیٹھے۔ ان کے پیچھے دُور دُور تک مسلح سپاہیوں کی صفیں کھڑی ہوگئیں، جن کی چمک دار برہنہ تلواروں سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ حضرت مغیرہؓ نہایت سادہ کپڑوں میں ملبوس سیدھے دربار میں گھستے ہوئے چلے گئے۔ راستہ میں درباریوں نے روکنا چاہا تو انہوں نے کہا، سفیروں سے ایسا سلوک نہیں کیا جاتا۔ درباری راستے سے ہٹ گئے اور وہ اِدھر اُدھر دیکھے بغیر مردان شاہ کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔

مردان شاہ نے مترجم کے ذریعے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا کہ تم عرب ہو اور عربوں سے زیادہ بھوکی ننگی، بدبخت اور ناپاک قوم روئے زمین پر نہیں ہے۔ یہ قدر انداز جو میرے تخت کے اردگرد کھڑے ہیں کب کا تمہارا فیصلہ کر دیتے لیکن تم لوگ اس قدر ذلیل ہو کہ میں نے ان کے تیر بھی تمہارے ناپاک خون میں آلودہ کرنا گوارا نہ کیے۔ اب بھی اگر تم یہاں سے واپس چلے جاؤ تو میں تم کو معاف کر دوں گا ورنہ تمہیں عبرت ناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

حضرت مغیرہؓ مردان شاہ کی متکبرانہ تقریر سے مطلق مرعوب نہ ہوئے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا کہ بے شک ایک زمانہ میں ہم لوگ ایسے ہی ذلیل وحقیر تھے جیسا کہ تم نے بیان کیا لیکن نبیِ آخرالزمانؐ نے ہم میں مبعوث ہو کر ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی اور ہماری کایا پلٹ دی۔ اب ہر طرف ہمارے لیے میدان صاف ہے۔ ہم تمہارا ملک اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک میدانِ جنگ میں ہماری لاشیں نہ بچھ جائیں۔ غرض سفارت بے نتیجہ رہی اور فریقین میں خوفناک لڑائی چھڑ گئی۔ ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں حضرت مغیرہؓ اسلامی لشکر کے میسرہ کے افسر تھے۔ اگرچہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت نعمانؓ بن مقرن لڑائی میں شہید ہو گئے لیکن مسلمانوں کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی اور انہوں نے ایرانیوں کو کمر توڑ شکست دی۔ اس لڑائی کے بعد ایرانیوں نے پھر کبھی زور نہیں پکڑا اس لیے عربوں نے اس فتح کا نام ''فتح الفتوح'' رکھا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا غلام ابولؤلؤ فیروز، جس کے ہاتھ سے حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت لکھی تھی اسی لڑائی میں گرفتار ہوا تھا۔ حضرت مغیرہؓ نے کچھ عرصہ بعد اسے دو درہم یومیہ خراج کی شرط پر آزاد کر دیا تھا۔ نہاوند کے بعد ایران پر عام لشکر کشی ہوئی۔ علامہ بلاذریؒ کے بیان کے مطابق ہمدان کی تسخیر کا کام حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے سپرد ہوا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل ہمدان جلد ہی ہمت ہار بیٹھے اور صلح کی درخواست کی جو حضرت مغیرہؓ

نے منظور کر لی (بعض دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ ہمدان حضرت نعیمؓ بن مقرن کے ہاتھ پر فتح ہوا۔)

اوپر ذکر آ چکا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ۲۱ ہجری میں حضرت مغیرہؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں تو امیر المؤمنینؓ نے انہیں خط لکھا کہ شہر کے شاعروں کو بلا کر ان سے عہد جاہلی اور دور اسلام کا کلام سنو اور مجھے اس کی کیفیت لکھ بھیجو۔ یہ خط موصول ہونے پر حضرت مغیرہؓ نے تمام شاعروں کو جمع کیا۔ جب مشہور شاعر لبیدؓ بن ربیعہ کو اپنا کلام سنانے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا، جب سے اللہ نے مجھے بقرہ اور آلِ عمران کی سورتیں عطا کی ہیں شعر و شاعری سے مجھے کوئی شغف نہیں رہا۔ اس کے بعد حضرت مغیرہ نے ایک دوسرے شاعر اغلب عجلی کو اپنا کلام سنانے کے لیے کہا تو اس نے کہا، رجز کے شعر سناؤں یا قصیدہ کے؟ میرے پاس ہر قسم کے اشعار موجود ہیں۔ دونوں شاعروں کے جواب سے حضرت عمر فاروقؓ کو مطلع کیا گیا تو انہوں نے حضرت مغیرہؓ کو لکھا ''اغلب کی تنخواہ سے پانچ سو درہم کم کر کے لبیدؓ کی تنخواہ میں بڑھا دو۔'' اغلب کو امیر المؤمنین کے اس حکم سے سخت تکلیف ہوئی اور اس نے دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر فریاد کی کہ آپ نے تعمیل حکم کا خوب صلہ دیا کہ میری تنخواہ ہی کم کر ڈالی۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی اور حضرت مغیرہؓ کو لکھا کہ اغلب کی تنخواہ بحال کر دو البتہ لبیدؓ کی تنخواہ میں جو اضافہ کیا ہے اسے برقرار رکھو۔

(۶)

مؤرخین نے عام طور پر یہی لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو پہلے بصرہ اور پھر کوفہ کا والی بنایا تھا اور اس منصب پر وہ ان کی شہادت تک فائز تھے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دفعہ انہیں بحرین کا گورنر بھی بنایا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ اہل بحرین بعض وجوہ کی بنا پر ان سے برگشتہ ہو گئے اور دربارِ خلافت میں ان کی شکایت کی۔ وہاں کے ایک زمین دار نے ایک لاکھ کی رقم جمع کر کے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں پیش کی اور کہا کہ مغیرہؓ نے یہ رقم سرکاری محاصل سے خورد برد کر کے ہماری تحویل میں دی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت مغیرہؓ کو معزول کر دیا اور مدینہ منورہ بلا کر ان سے باز پرس کی۔ اہل بحرین نے حضرت

مغیرہؓ پر جو تہمت لگائی تھی وہ بالکل من گھڑت تھی لیکن انہوں نے ان کے خلاف کئی جھوٹے گواہ پیش کر دیے۔ حضرت مغیرہؓ بہت ذہین و فطین آدمی تھے وہ اپنے خلاف کی گئی سازش کی تہہ تک پہنچ گئے اور فوراً کہا، میں نے دو لاکھ جمع کیے تھے، ایک لاکھ اس زمین دار نے ہضم کر لیے۔ یہ سن کر زمین دار کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے حلف اٹھا کر اپنی صفائی پیش کی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سارے معاملے کی چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت مغیرہؓ کو بدنام کرنے کے لیے کیا گیا تھا اور ان کا دامن بالکل پاک وصاف ہے تاہم انہوں نے حضرت مغیرہؓ سے پوچھا کہ تم نے دو لاکھ کے غبن کا اقرار کیوں کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا، امیر المؤمنین ان لوگوں نے مجھ پر ناحق جھوٹی تہمت لگائی تھی۔ ان کے جھوٹ کا پردہ فاش کرنے کے لیے میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

محرم ۲۴ ہجری کے آغاز میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ابولؤلؤ فیروز کے لگائے ہوئے زخموں سے شہادت پائی اور حضرت عثمان ذوالنورین مسند نشین خلافت ہوئے۔ اس وقت حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کوفہ کے گورنر تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ نے ملکی نظم و نسق میں اس وقت کے حالات کے مطابق تبدیلیاں کیں اور مختلف صوبوں کے نئے گورنر مقرر کیے تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص فاتح عراق عرب (یکے از اصحاب عشرہ مبشرہ) کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ بعض ارباب سیر نے لکھا ہے کہ معزولی کے بعد حضرت مغیرہؓ ارمینیہ چلے گئے اور کچھ مدت وہاں گزار۔نے کے بعد مدینہ منورہ واپس آئے۔ ارباب سیر نے یہ تصریح نہیں کی کہ حضرت مغیرہؓ ارمینیہ کس غرض سے گئے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فوج میں شامل ہو کر ارمینیہ گئے جو حضرت عثمانؓ نے اہل ارمینیہ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت سے فائدہ اٹھا کر ان لوگوں نے خراج ادا کرنا بند کر دیا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو ارمینیہ کی مہم کا امیر بنایا تھا۔ قیاس یہ ہے کہ حضرت مغیرہؓ بھی جہاد کے لیے ارمینیہ گئے اور مہم میں کامیابی کے بعد مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اس کے بعد وہ حضرت عثمانؓ کے پورے عہد خلافت میں گوشہ نشین رہے، لوگوں سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور اپنے وقت کا بیشتر حصہ مسجد میں گزارتے تھے۔ ۳۵ ہجری کے اواخر میں مفسدہ پردازوں نے امیر المؤمنین

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور اس میں بڑی سختی برتی۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اگرچہ دل و جان سے امیر المؤمنینؓ کے حامی تھے لیکن عملاً کچھ کرنے سے مجبور تھے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ اثنائے محاصرہ میں وہ ایک دن امیر المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''امیر المؤمنین آپ جمہور کے امام برحق ہیں اور آپ کو اس مشکل صورت حال کا سامنا ہے۔ میں اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تین باتیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے ایک کو اختیار کیجیے، محاصرہ کرنے والوں سے جنگ کیجیے آپ کے حامیوں اور جاں نثاروں کی ایک طاقتور جماعت یہاں موجود ہے آپ ان کو لے کر نکلیے اور باغیوں کو بزور نکال باہر کیجیے۔ آپ حق پر ہیں اور محاصرین باطل پر۔ عام لوگ حق کا ساتھ دیں گے۔

اگر یہ منظور نہیں تو مکان کی دیوار توڑ کر دوسرا دروازہ نکلوائیے اور اس میں سے باہر نکل جائیے وہاں اونٹ آپ کو تیار ملیں گے ان پر بیٹھ کر مکہ معظمہ چلے جائیے وہاں یہ لوگ نہ لڑ سکیں گے کہ آخر یہ حرم الٰہی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ شام چلے جائیے وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور معاویہؓ موجود ہیں۔''

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

میں باہر نکل کر جنگ نہیں کرنا چاہتا اس سے امت میں خونریزی کی بنیاد پڑے گی اور میں اس کی بنیاد نہیں قائم کرنا چاہتا۔ اگر مکہ معظمہ چلا جاؤں تو بھی اس کی امید نہیں کہ یہ لوگ حرم کعبہ کی توہین نہ کریں اور خونریزی سے باز آ جائیں اور میں رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق وہ شخص نہیں بننا چاہتا جو مکہ معظمہ کی بے حرمتی کا باعث ہوگا۔ شام جانے میں مجھے یہ عذر ہے کہ میں دار الہجرۃ اور رسول اللہ ﷺ کے جوار کو چھوڑنا گوارا نہیں کرسکتا۔''

پاک نفس امیر المؤمنینؓ کا جواب سن کر حضرت مغیرہؓ بن شعبہ خاموش ہو گئے لیکن افسوس کہ بدبخت باغیوں نے امیر المؤمنینؓ کی پاک نفسی اور خیر خواہیِ امت کی قدر نہ کی اور ۱۸ ذوالحج ۳۵ ہجری کو دیوار پھلانگ کر انہیں نہایت بے دردی سے شہید کردیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

۸

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سریرآرائے خلافت ہوئے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ شروع شروع میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے حامی اور طرفدار تھے۔ وہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت اخلاص کے ساتھ مشورہ دیا:

> ''اے امیر المؤمنین آپ کی اطاعت اور خیر خواہی مجھ پر فرض ہے اور آپ ہی لوگوں میں صاحب خیر وصلاح رہ گئے ہیں۔ حال سے مستقبل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آج کا کھونا کل کا کھونا ہے۔ معاویہؓ، عبداللہ بن عامرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دوسرے عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھیے یہاں تک کہ آپ کو ان کی بیعت واطاعت حاصل ہوجائے تو پھر آپ جسے چاہیں معزول کردیں اور جسے چاہیں برقرار رکھیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے حضرت مغیرہؓ کا مشورہ قبول نہ کیا اور فرمایا:

> ''میں دین کے معاملے میں کسی مداہنت کا قائل نہیں۔''

اس پر حضرت مغیرہؓ نے کہا، ''اگر آپ میری بات نہیں مانتے تو جسے چاہے معزول کردیجیے لیکن معاویہؓ کو شام کی امارت پر برقرار رکھیے کیونکہ وہ جری آدمی ہے اور اہل شام اس کی بات مانتے ہیں۔ اس کے برقرار رکھنے میں آپ کے پاس یہ دلیل ہوگی کہ عمرؓ بن خطاب نے اس کو شام کا والی بنایا تھا۔''

حضرت علیؓ نے فرمایا، ''نہیں، خدا کی قسم میں معاویہ کو دو دن بھی نہ رہنے دوں گا۔''

حضرت مغیرہؓ امیر المؤمنینؓ کا جواب سن کر خاموشی سے چلے گئے۔ ایک روایت کے مطابق دوسرے دن انہوں نے حضرت علیؓ کے رجحان کے مطابق اپنی رائے ظاہر کی لیکن ذاتی طور پر ان کو وہی بات پسند تھی، جس کا اظہار انہوں نے پہلے دن امیر المؤمنینؓ کے سامنے کیا تھا چونکہ ان کو حضرت علیؓ کی حکمت عملی سے اتفاق نہ تھا اس لیے خاموشی سے مکہ معظمہ چلے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے طائف جاکر مقیم ہوگئے۔ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا عہد خلافت (۳۵ ہجری تا ۴۰ ہجری) بالکل الگ تھلگ رہ کر گزارا۔ نہ کسی فریق کی طرف سے جنگ جمل میں شریک ہوئے اور نہ جنگ صفین میں۔

ابوحنیفہ دینوری نے ''الاخبار الطّوال'' میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان معاہدۂ تحکیم طے پایا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ (حضرت علیؓ کے حکم) اور حضرت عمروؓ بن العاص (امیر معاویہؓ کے حکم) دومۃ الجندل میں یکجا ہوئے تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ طائف سے دومۃ الجندل پہنچے اور حکموں کے فیصلے کا انتظار کرنے لگے۔ جب فیصلے میں دیر ہوئی تو وہ دومۃ الجندل سے دمشق گئے اور امیر معاویہؓ سے ملاقات کی۔ امیر معاویہؓ نے ان سے کہا، آپ اپنی رائے کے مطابق مجھے مشورہ دیں۔

حضرت مغیرہؓ نے کہا۔ ''اگر میں آپ کو مشورہ دینے والا ہوتا تو آپ کے ہمراہ ہو کر جنگ کیوں نہ کرتا البتہ دونوں حکموں کا جو حال ہے وہ آپ جاننا چاہیں تو میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔''

امیر معاویہؓ نے کہا، ''ضرور بتائیے۔''

حضرت مغیرہؓ بولے: ''میں ابوموسیٰ اشعریؓ سے تخلیہ میں ملا اور ان سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو غیر جانبدار رہا اور خونریزی سے متنفر ہونے کے باعث گھر میں بیٹھا رہا۔''

انہوں نے جواب دیا، ''ایسے اشخاص بہترین انسان ہیں ان کی پیٹھ پر اپنے بھائیوں کے خون کا بوجھ نہیں اور ان کے پیٹ اپنے بھائیوں کے اموال سے گراں بار نہیں۔''

پھر میں عمروؓ بن العاص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، جو ان لڑائیوں سے کنارہ کش رہا۔''

انہوں نے جواب دیا: ''ایسے افراد بدترین انسان ہیں نہ حق کے حامی نہ باطل کے حریف۔''

میرا خیال تو یہ ہے کہ ابوموسیٰؓ اپنے ساتھی (حضرت علیؓ) کو خلافت سے دستبردار ہونے کے لیے کہیں گے اور کسی ایسے شخص کو خلافت کے لیے نامزد کریں گے، جو ان جنگوں میں شریک نہ تھا۔ شاید وہ عبداللہ بن عمرؓ کو نامزد کر دیں۔ رہے عمروؓ بن العاص تو ہوسکتا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنے بیٹے عبداللہؓ کو خلافت کا حقدار قرار دیں۔

امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ کی باتوں کا خاص اثر لیا اور ان کی اصابت رائے کے قائل

ہو گئے لیکن وہ ایک بردبار اور صاحب تدبیر شخص تھے اس موقع پر انہوں نے معاہدۂ تحکیم میں کوئی تبدیلی کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت عمرؓو بن العاص کو حسب معاہدہ اپنا حکم بنائے رکھا۔ افسوس کہ تحکیم کا کوئی تسلی بخش نتیجہ برآمد نہ ہوا اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی باہمی آویزش بدستور جاری رہی۔ ۴۰ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں جام شہادت پیا۔ ان کے بعد سیدنا حضرت حسنؓ مسند خلافت پر بیٹھے لیکن چھ ماہ کے بعد حالات سے مجبور ہو کر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اس طرح ۴۱ ہجری میں امیر معاویہؓ تمام عالم اسلام کے بلا شرکت غیرے فرمانروا ہو گئے۔

(۹)

حضرت امیر معاویہؓ بڑے مردم شناس اور دور اندیش حکمراں تھے۔ مسند خلافت پر بیٹھ کر انہیں مختلف صوبوں کے لیے بااثر اور صاحب تدبیر حکام کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے ایسے اصحاب کو منتخب کیا جو فہم و فراست اور تدبیر و سیاست کے اعتبار سے اپنا جواب تھے۔ ان کو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی صلاحیتوں کا بخوبی علم تھا۔ اس لیے انہیں کوفہ کے اہم صوبہ کا گورنر مقرر کیا۔ امارت کوفہ پر فائز ہو کر حضرت مغیرہؓ نے اپنی ذمہ داریوں کو نہایت حسن و خوبی سے پورا کیا اور اپنے ناخن تدبیر سے کئی اہم گتھیوں کو سلجھایا۔ سب سے پہلے انہیں شبیب بن بجرہ خارجی کے فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو شہید کرنے کی سازش میں شریک تھا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد وہ امیر معاویہؓ کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے اور ابن ملجم نے مل کر حضرت علیؓ کو قتل کیا ہے اس لیے میں انعام و اکرام کا مستحق ہوں۔ امیر معاویہؓ اس کی بات سن کر گھر چلے گئے اور قبیلہ اشجع کو کہلا بھیجا کہ شبیب کو فوراً شہر سے نکال دو ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔ (اس وقت امیر معاویہؓ کوفہ میں مقیم تھے)۔ شبیب کے کانوں میں امیر معاویہؓ کے حکم کی بھنک پڑ گئی اور وہ روپوش ہو گیا۔ اب اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ رات کو اپنی قیام گاہ سے نکلتا اور جو سامنے آتا اسے قتل کر کے بھاگ جاتا۔ حضرت مغیرہؓ نے امارتِ کوفہ کی ذمہ داری سنبھالتے ہی خالد بن عرفطہ کو سواروں کا ایک دستہ دے کر شبیب کی سرکوبی پر مامور کیا۔ خالد شبیب اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا۔ انہوں نے زبردست مقابلہ کیا لیکن ایک ایک کر کے سب مارے گئے۔

امارت کوفہ کے دوران میں حضرت مغیرہؓ کا ایک بڑا کارنامہ زیاد بن ابیہ کو امیر معاویہؓ کے حلقۂ اطاعت میں لانا ہے۔ زیاد کا شمار مدبرین عرب میں ہوتا تھا۔ وہ امیر معاویہؓ کا سخت مخالف تھا اور حضرت علیؓ کی طرف سے فارس کا والی تھا۔ سید نا حضرت حسنؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد گو امیر معاویہؓ سارے عالم اسلام کے خلیفہ ہو گئے تھے لیکن زیاد نے ان کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے بسبن ارطاۃ کو اس کے مطیع کرنے پر مامور کیا، لیکن اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب امیر معاویہؓ اس کی طرف سے بہت فکرمند ہو گئے۔ ایک دفعہ حضرت مغیرہؓ ان سے ملنے دمشق آئے تو امیر معاویہؓ نے زیاد کی طرف سے اپنے خدشہ کا اظہار کیا۔

حضرت مغیرہؓ نے کہا، زیاد کو ہموار کرنے کا کام مجھ پر چھوڑ دیجیے۔

اس کے بعد وہ زیاد کے پاس گئے اور اس کو سمجھایا کہ حضرت حسنؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد تمام عالم اسلام نے امیر معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی ہے۔ اب تمہارا ان کے حلقۂ اطاعت سے باہر رہنا کسی صورت میں قرین مصلحت نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان سے مصالحت کر لو وہ یقیناً تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔

زیاد نے حضرت مغیرہؓ کا مشورہ قبول کر لیا اور ان سے کہا کہ امیر معاویہؓ اس کو تحریری امن نامہ بھیج دیں تو وہ ان کے پاس حاضر ہو جائے گا۔ حضرت مغیرہؓ نے امیر معاویہؓ کے پاس جا کر زیاد سے اپنی ملاقات کا حال بتایا۔ انہوں نے فوراً اس کو امان نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ زیاد یہ امان نامہ ملتے ہی امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ان کی بیعت کر لی۔ پھر ان سے کوفہ میں رہنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دے دی مگر حضرت مغیرہؓ کو لکھ بھیجا کہ زیاد اور حضرت علیؓ کے دوسرے حامیوں حجر بن عدی سلیمانؓ بن صرد الخزاعی، شیث بن ربعی وغیرہ کی نگرانی رکھیں۔ یہ واقعہ ۴۲ ہجری کا ہے۔

حضرت مغیرہؓ ۴۱ ہجری میں کوفہ کے امیر ہو کر آئے تو اہل کوفہ تین گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔

۱- حامیان بنو امیہ : یہ لوگ صدق دل سے امیر معاویہؓ کے وفادار تھے۔
۲- شیعان علیؓ : یہ لوگ خلافت کا حق حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے لیے مخصوص سمجھتے تھے۔ حضرت معاویہؓ تو ان کے نزدیک جائز

خلیفہ نہیں تھے لیکن مصلحت وقت کے تحت انہوں نے گردن اطاعت خم کر لی تھی۔

۳-خوارج : یہ لوگ بنی امیہ اور شیعان علیؓ دونوں کے مخالف تھے اور ان کو دین سے خارج سمجھتے تھے۔

حضرت مغیرہؓ نے کوفہ پہنچ کر رفق وملاطفت کی حکمت عملی اختیار کی۔ وہ کسی شخص سے اس کے عقیدے یا سیاسی خیالات اور رحجان کی بنا پر کوئی تعرض نہ کرتے تھے البتہ کوئی شخص امن و امان میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتا تو اس کو روکنے کی پوری کوشش کرتے۔ لوگ ان سے آ کر کہتے کہ فلاں شخص خارجی عقیدہ رکھتا ہے یا شیعی خیال کا ہے تو وہ جواب دیتے ''یہ تقدیر الٰہی ہے کہ اس کے بندوں کے خیالات میں اختلاف ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے اختلافات کا خود فیصلہ کرے گا۔''

حضرت مغیرہؓ کی نرم اور مرنجاں مرنج روش کے باوجود خوارج چین سے نہ بیٹھے اور انہوں نے ۴۳ ہجری میں مستورد بن علقمہ کی سرکردگی میں بڑا سخت فتنہ برپا کیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ لوگ حیان بن ظبیان کے مکان پر جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ عید الفطر (۴۳ ہجری) کے دن حکومت کے خلاف لڑائی کا آغاز کیا جائے۔ حضرت مغیرہؓ کو ان کے منصوبے کا علم ہوا تو ان کے حکم سے حیان بن ظبیان کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ مستورد اور اس کے کچھ ساتھی بچ کر نکل گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔

مستورد نے کوفہ سے نکل کر اپنے حامیوں کو جمع کیا اور علم بغاوت بلند کر دیا۔ حضرت مغیرہؓ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے خوارج کے خلاف پُر زور تقریر کی اور ان سے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے مدد چاہی۔ پھر انہوں نے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ شیعان علیؓ خوارج کا قلع قمع کرنے میں سب سے زیادہ سرگرم ہو گئے اور انہوں نے متعدد معرکوں کے بعد مستورد اور اس کے بیشتر ساتھیوں کو ہلاک کر کے اس فتنے کو وقتی طور پر ختم کر دیا۔

حضرت حجرؓ بن عدی کوفہ کے بااثر حامیان علیؓ میں سے تھے۔ ان کی بے باکانہ روش حضرت مغیرہؓ کے لیے پریشانی کا باعث تو بنی لیکن انہوں نے ہمیشہ چشم پوشی سے کام لیا۔ ایک دن وہ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حجرؓ بن عدی دورانِ خطبہ میں کھڑے ہو گئے اور بآواز بلند کہا:

''اے شخص تو نے ہمارے وظیفے بند کر دیے ہیں۔ تجھے اس کا حق نہ تھا تو ہمارے وظیفے جاری کرا اور علیؓ کے خلاف کوئی بات نہ کر۔''

اس پر دو تہائی نمازی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے، حجر نے ٹھیک کہا، ہمارے وظیفے جاری کرو۔

حضرت مغیرہؓ خاموشی سے منبر سے اتر آئے۔ ان کا یہ طرزِ عمل ان کے ساتھیوں کو پسند نہ آیا۔ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ کی نرمی سے حجرؓ بن عدی بہت دلیر ہو گئے ہیں۔ اس قسم کی نرمی سے حکومت کا رعب زائل ہو جائے گا۔ امیر المؤمنین کو آپ کی حد سے زیادہ کریمانہ روش کا علم ہوا تو وہ بھی اسے ناپسند کریں گے۔

حضرت مغیرہؓ نے جواب دیا۔ ''تم سمجھتے نہیں، میں نے تو حجر کو قتل کر دیا ہے۔ میری نرمی سے وہ حکومت کی مخالفت پر جری ہو گئے ہیں۔ میرے بعد جو امیر آئے گا اس کے زمانے میں بھی وہ یہی رویہ اختیار کریں گے اور وہ ان کو قتل کرائے بغیر نہ چھوڑے گا۔ میں اپنے ہاتھ حجر اور ان کے ساتھیوں کے خون سے آلودہ کر کے انہیں سعید اور اپنے آپ کو شقی نہیں بنانا چاہتا۔''

اس واقعہ کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ کوفہ میں طاعون کی وبا پھیل گئی۔ حضرت مغیرہؓ بھی اس میں مبتلا ہوئے اور پیکِ اجل کو لبیک کہا (۵۰ ہجری)۔ اس وقت ان کی عمر ستر برس کی تھی۔ انہوں نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے عروہؒ حمزہؒ اور عقارؒ۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''تہذیب التہذیب'' میں ان کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے:

سر بڑا، لمبے بازو، سینہ اور شانے کشادہ۔ لب پیوستہ، بال بھورے

۱۰

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا شمار ان اصحابؓ رسول اللہ ﷺ میں ہوتا ہے، جن کی ذہانت و فطانت اور تدبیر و سیاست کا سبھی موافق و مخالف اربابِ سیر و تاریخ نے اعتراف کیا ہے۔ عقل و دانش کے اعتبار سے وہ دُھاۃِ عرب کی صف کے آدمی تھے اور اپنے غیر معمولی دل و دماغ کی بدولت ''مغیرۃ الرائے'' کے نام سے مشہور تھے۔

''مستدرک حاکم'' میں ہے کہ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات کو

سلجھانے میں وہ بڑی صلاحیت رکھتے تھے۔ جب کسی معاملے میں کوئی رائے قائم کرتے تو وہی درست ثابت ہوتی۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''تہذیب التہذیب'' میں قبیصہ بن جابر کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں طویل مدت تک مغیرہؓ کے ساتھ رہا میں نے ان کو اتنا زیرک اور صاحب تدبیر پایا کہ اگر کسی شہر کے اس قسم کے آٹھ دروازے ہوتے کہ ان میں کسی ایک دروازے سے بھی ہنرمندی اور ہوشیاری کے بغیر گزرنا محال ہوتا تو مغیرہؓ آٹھوں دروازوں سے نکل جاتے۔

بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اپنی امارتِ کوفہ کے دوران میں وہ ایک مرتبہ دمشق گئے تو امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو اختلاف اور خون خرابے ہوئے ان سے کوئی ناواقف نہیں ہے۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے فرزند یزید کو اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین نامزد کر دیں تا کہ اگر آپ کو کچھ ہو جائے تو وہ مسلمانوں کے لیے پشت و پناہ ثابت ہو اور امر خلافت میں اختلاف اور فساد و خونریزی کا امکان نہ رہے۔

امیر معاویہؓ نے اس وقت تو یہ مشورہ قبول کرنے میں تامل کیا لیکن چند سال بعد (جب مغیرہؓ وفات پا چکے تھے) انہوں نے اسی کے مطابق عمل کیا۔

بعض مؤرخین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ امیر معاویہؓ حضرت مغیرہؓ کو بعض وجوہ کی بنا پر کوفہ کی امارت سے معزول کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضرت مغیرہؓ کو ان کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے معزولی سے بچنے کے لیے دمشق جا کر حضرت معاویہؓ کو یہ مشورہ دیا اور ساتھ ہی اہل کوفہ کو اس کے حق میں ہموار کرنے کی ذمہ داری اٹھائی۔ بلاشبہ یہ اس معاملے کا تاریک پہلو ہے لیکن اس کا روشن پہلو بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ حضرت مغیرہؓ نیک نیتی سے سمجھتے تھے کہ اس وقت عالم اسلام کا اتحاد دمشق کی مرکزی قوت کو برقرار رکھنے ہی سے قائم رہ سکتا ہے اگر امیر معاویہؓ یکا یک وفات پا جائیں تو ان کی جانشینی کے سوال پر جھگڑے اور خونریزی کا قوی امکان ہے، جس سے مسلمانوں کی قوت پارہ پارہ ہو سکتی ہے۔ بہرصورت انہوں نے اپنی صوابدید کے مطابق نیک نیتی سے اپنا خیال ظاہر کیا۔ یہ مشورہ غلط تھا یا صحیح یہ ایک الگ بحث ہے اور ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

حضرت مغیرہؓ نو سال تک کوفہ کے والی رہے اس دوران میں انہوں نے ہمیشہ نرمی اور

صلح و آشتی کا طرز عمل اختیار کیا۔ خوارج کے خلاف صرف اسی وقت ہتھیار اٹھائے جب انہوں نے امن وامان کو درہم برہم کیا۔

حضرت حجرؓ بن عدی علانیہ حکومت کے مخالف تھے لیکن ان کی مخالفت صرف باتوں تک محدود تھی اس لیے حضرت مغیرہؓ نے ان پر کوئی سختی نہ کی اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ تاہم انہوں نے حضرت حجرؓ کے بارے میں جو پیش گوئی کی تھی وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد کوفہ بھی زیاد والیِ بصرہ کے ماتحت کر دیا گیا تو زیاد نے حضرت حجرؓ بن عدی کو گرفتار کر کے دمشق بھیج دیا جہاں انہیں قتل کرا دیا گیا۔

اپنی امارت کوفہ کے زمانے میں حضرت مغیرہؓ خود کہا کرتے تھے کہ میں اہل کوفہ کے خون سے ہاتھ رنگ کر انہیں سعید اور اپنی ذات کو شقی نہیں بنانا چاہتا۔ میں نکوکار کو اچھا بدلہ دوں گا اور غلط کار سے درگزر کروں گا۔ اچھی بات کرنے والے کی تعریف کروں گا اور نادان کو سمجھاؤں گا یہاں تک کہ قضا کا تیر میرے اور ان کے درمیان جدائی ڈال دے۔ اہل کوفہ کو میرے بعد جب کسی دوسرے حاکم سے واسطہ پڑے گا تو میں ان کو بہت یاد آؤں گا۔

کوفہ کے ایک شیخ نے ان کی وفات کے بعد کہا، خدا کی قسم ہم نے انہیں آزمایا تو انہیں بہترین امیر پایا، وہ نکوکار کے مداح، خطا کار کو معاف کرنے والے اور عذر خواہ کے عذر کو قبول کر لینے والے تھے۔

امام شعبیؒ فرماتے تھے کہ مغیرہؓ بن شعبہ کے بعد ان جیسا کوئی والی نہ آیا وہ سلف صالحین کا بقیہ تھے۔

(۱۱)

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ صرف ایک مجاہد اور مدبر ہی نہیں تھے بلکہ علم و فضل کے اعتبار سے بھی بڑے بلند رتبہ پر فائز تھے ان سے ۱۳۳ر احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے ۹ متفق علیہ ہیں۔ ایک میں بخاری اور ۲ میں مسلم منفرد ہیں۔ ان کے ارشد تلامذہ میں فرزندوں کے علاوہ حضرت مسورؓ بن مخرمہ، قیس بن ابی حازمؒ، عروہؒ بن زبیرؓ اور مسروق بن اجدعؒ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے مروی چند احادیث بطور تبرک یہاں درج کی جاتی ہیں:

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے، ماؤں کی نافرمانی کرنا، واجب الادا حقوق کو ادا نہ کرنا، جو اپنا حق نہ ہو لوگوں سے طلب کرنا اور لڑکیوں کو زندہ گاڑنا اور ناپسند کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے فضول گفتگو کرنا اور بہت سوال کرنا اور مال ضائع کرنا۔ (صحیح بخاری)

☆ رسول اللہ ﷺ نے رات کو اس قدر طویل قیام کیا کہ آپؐ کے پاؤں پر ورم ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ آپ کی اگلی پچھلی سب تقصیریں معاف ہو گئی ہیں۔ (آپؐ کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت کر دی ہے) آپؐ نے فرمایا، کیا میں زیادہ شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ (صحیحین)

☆ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خاص اس دن جس دن آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؓ کا انتقال ہوا، سورج کو گہن لگا تو بعض لوگوں نے کہا کہ سورج کو یہ گہن ابراہیمؓ کے انتقال کر جانے کی وجہ سے لگا ہے۔ رسول اللہ ﷺ (کے سمع اقدس تک یہ بات پہنچی تو آپؐ) نے فرمایا، سورج اور چاند کو گہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا (بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کی نشانیوں میں سے ہے) پس جب تم ایسا دیکھو تو اللہ کے حضور میں نماز پڑھو اور اس سے خوب دعا کرو۔ (صحیحین)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن صراط (پل) پر اہل ایمان کا شعار (ان کا امتیازی وظیفہ) یہ دعائیہ کلمہ ہوگا رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے ہمارے پروردگار ہمیں سلامت رکھ اور سلامتی کے ساتھ پار لگا) (ترمذی)

☆ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یوں فرماتے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

کوئی خدا نہیں مگر اللہ وہی اکیلا خدا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے ساری خوبیاں ہیں اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اے اللہ اگر تو عنایت کرنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا اور تو روکنا چاہے تو کوئی کچھ نہیں دے سکتا

اور تیرے مقابلہ میں کسی مرتبہ اور منصب والے کو اس کا مرتبہ اور منصب کوئی فائدہ نہیں
دے سکتا) (صحیحین)

☆ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شرکت کی۔ ایک روز آپؐ فجر سے پہلے رفع حاجت کے لیے گئے۔ میں آپؐ کے لیے پانی کی چھاگل لے گیا۔ جب آپؐ واپس آئے تو میں نے آپؐ کے ہاتھوں پر چھاگل سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ پس آپؐ نے دونوں ہاتھوں اور منہ کو دھویا۔ اس وقت آپؐ صوف کا جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے جبہ کی آستینوں کو چڑھا کر ہاتھوں کو نکالنا چاہا لیکن آستینیں تنگ تھیں پس آپؐ نے جبہ کے اندر سے ہاتھ نکال لیے اور جبہ کو مونڈھوں پر ڈال لیا اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا پھر آپؐ نے پیشانی پر اور عمامہ پر مسح کیا۔ پس میں نے آپؐ کے پاؤں سے موزے نکالنے کا ارادہ کیا تا کہ آپؐ پاؤں کو دھوئیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ موزوں کو چھوڑ و کیونکہ میں نے ان کو پاکیزگی کی حالت میں (پاؤں دھوکر) پہنا ہے۔ پس آپؐ نے دونوں موزوں پر مسح کیا۔ پھر آپؐ سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا۔ ہم اپنی قوم (مجاہدین) میں پہنچے تو وہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف ان کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک رکعت وہ پڑھا چکے تھے۔ ان کو جب رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو انہوں نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا لیکن آپؐ نے ان کو (اپنی جگہ قائم رہنے کا) اشارہ کیا۔ پس آپؐ نے ان کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھی پھر جب انہوں نے سلام پھیرا تو آپؐ کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور جو رکعت رہ گئی تھی ہم نے اس کو پورا کیا۔ (صحیح مسلم)

☆ قبولِ اسلام سے پہلے میں ایک دفعہ قبیلہ بنو مالک کے ساتھ مقوقس (شاہ مصر) کے پاس گیا۔ اس نے ہم سے پوچھا، کیا تم نے محمد (ﷺ) کی باتوں پر عمل کیا۔ ہم نے کہا، ہم میں سے تو کسی نے ان کی بات نہیں مانی۔ اس نے کہا "کیوں؟"

ہم نے کہا۔ "اس لیے کہ وہ ایک ایسا انوکھا دین لے کر آئے ہیں، جس کو نہ ہمارے بڑوں نے مانا نہ ملک اس کو مانتا ہے اور ہم تو اپنے بڑوں ہی کے دین پر قائم ہیں۔"

اس نے پوچھا کہ اچھا تو اس کی قوم کے لوگوں نے کیا کیا؟

ہم نے کہا۔ "نوجوانوں نے تو اس کو مان لیا ہے، جو مخالف تھے انہوں نے آپؐ سے جنگ کی۔ نتیجہ میں کبھی ان کو شکست ہوئی کبھی آپؐ کو۔"

پھر اس نے پوچھا۔ ''اچھا یہ تو بتاؤ وہ کن باتوں کی دعوت دیتا ہے۔''

ہم نے کہا۔ ''اس کی کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، جس کا کوئی شریک نہیں اور جن بتوں کی ہمارے بزرگ عبادت کرتے آئے ہیں ان کو فوراً چھوڑ دیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔''

اس نے کہا۔ ''نماز اور زکوٰۃ کیا چیز ہے؟ کیا اس کا کوئی وقت مقرر ہے، جس کو لوگ جانتے ہوں اور کوئی مقرر عدد بھی ہے؟''

ہم نے کہا۔ ''وہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں اور ان کا الگ الگ وقت مقرر ہے۔'' پھر ہم نے زکوٰۃ وصدقہ کی تفصیل بتائی۔

مقوقس نے پوچھا۔ ''یہ زکوٰۃ وصدقہ لوگوں سے وصول کرکے وہ کہاں خرچ کرتے ہیں؟''

ہم نے کہا۔ ''جن کے مالداروں سے وصول کرتے ہیں انہی کے فقیروں پر تقسیم کر دیتے ہیں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور عہد پورا کرنے کا حکم بھی دیتے ہیں۔ زنا اور شراب کو حرام قرار دیتے ہیں اور بجز اللہ کے نام کے کسی اور کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے۔

یہ سن کر مقوقس نے کہا ''خوب سن لو کہ یہ اللہ کے برحق نبی ہیں، جن کو اللہ نے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اگر وہ مصر اور روم کے پاس بھی پہنچیں گے تو لوگ ان کا اتباع کریں گے کیونکہ عیسیٰؑ بن مریمؑ بھی ان کے اتباع کا حکم دے گئے ہیں اور جو جو باتیں تم لوگ بیان کررہے ہو ان ہی سب باتوں کو لے کر پہلے انبیاءؑ بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ یقین رکھو کہ نتیجہ ان ہی کے موافق نکلے گا یہاں تک کہ کسی کو یہ طاقت نہ ہوگی کہ ان کا مقابلہ کر سکے۔ خشکی وتری کے آخری حصوں تک ان کا غلبہ ہو جائے گا۔'' مگر یہ سب کچھ سن سنا کر ہم نے کہا:

''اگر سب لوگ بھی ان کے ساتھی ہو جائیں ہم پھر بھی ان کا ساتھ نہیں دیں گے۔''

یہ سن کر مقوقس نے ناگواری سے سر ہلایا اور کہا، تم لوگ بڑی غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ اس کے بعد اُس نے پوچھا:

''اپنی قوم میں اس کا خاندان کیسا ہے؟''

ہم نے جواب دیا۔ ''سب سے بہتر''

اس نے کہا: ''اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے خاندان بھی بہترین تھے۔''

پھر اس نے پوچھا: ''اس کی راست گوئی کی کیا کیفیت ہے؟''

ہم نے جواب دیا'' وہ اپنی راست گوئی کی وجہ سے اپنی قوم میں ''امین'' کے لقب سے مشہور ہے۔''

اس نے کہا'' اب تم ہی غور کرلو کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ جو شخص باہمی معاملات میں راستباز ہو وہ اللہ کی ذات پر جھوٹ بول سکتا ہے۔''

پھر اس نے پوچھا: ''یثرب کے یہودیوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے کیونکہ وہ لوگ توریت کے ماننے اور جاننے والے ہیں۔''

ہم نے کہا۔''انہوں نے تو اس کی مخالفت کی ہے اور اس وجہ سے انہوں نے سزا بھی پائی ہے۔ بعض قتل کیے گئے ہیں اور بعض کو یثرب سے نکال دیا گیا ہے۔''

مقوقس نے کہا۔'' یہ لوگ تو ہمیشہ سے بڑے حاسد ہیں انہوں نے اس پر بھی حسد کیا ہے ورنہ یہ لوگ اس کی صداقت کو پہچانتے ہیں۔''

ہم مقوقس سے ایسی باتیں سن کر دربار سے اٹھے تو ہمارے حوصلے محمد (ﷺ) کے سامنے پست ہو گئے اور ہم نے دل میں کہا کیا غضب ہے کہ شاہانِ عجم تو اس کے ساتھ نسب اور رشتے کا دور کا تعلق بھی نہ رکھتے ہوئے اس کی تصدیق کریں اور اس سے خوف کھائیں اور ہم اس کے عزیز واقارب اور پڑوسی ہوتے ہوئے بھی اس کا دین قبول نہ کریں۔ بالخصوص جب کہ وہ خدا کا داعی بن کر ہمارے گھروں میں خود آیا ہے۔

اس واقعے کے بعد میں اسکندریہ گیا اور ایک ایک گرجے میں جا کر وہاں کے پادریوں سے خواہ وہ مصری تھے یا رومی، ان علامات کی تحقیق کی جو یہ لوگ محمد (ﷺ) کے متعلق کتب سابقہ میں دیکھتے چلے آئے تھے ان میں ایک مصری پادری تھا جو کنیسہ یوحنّس میں سب سے بڑا سردار سمجھا جاتا تھا میں نے اس سے بڑھ کر کوئی عابد و زاہد شخص نہیں دیکھا لوگ اپنے مریضوں کو لے کر اس کے پاس آیا کرتے تھے اور وہ ان کی صحت کے لیے دعا کیا کرتا تھا، میں اس کی خدمت میں پہنچا اور اس سے پوچھا، کیا انبیاء (علیہم السلام) میں کوئی ایسا نبی رہ گیا ہے، جس کی آمد ابھی باقی

ہو۔ وہ بولا، ہاں ایک نبی باقی ہے اور وہی آخری نبی ہے اس کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کا اتباع کرنے کا ہم کو حکم دیا ہے۔ وہ ایسا نبی ہے، جس نے کسی درسگاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی، عرب کا رہنے والا ہے۔ نام اس کا احمدؐ ہے، نہ حد سے زیادہ دراز قامت نہ کوتاہ قامت اس کی آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے ہیں نہ چونے جیسا سفید رنگ نہ بالکل گندم گوں، زلفیں رکھنے والا، موٹا جھوٹا سادہ لباس پہننے والا، بچا کھچا کھا لینے والا، جہاد کے لیے تیار، اپنے مقابل دشمن کی پروانہ کرنے والا، جنگ میں خود شریک ہونے والا، اس کے ساتھی سو جان سے اس پر قربان، اپنی اولاد اور والدین سے زیادہ اس پر شفیق۔ ایک حرم سے نکل کر دوسرے حرم کی طرف ہجرت کرنے والا، جس میں زمین کا ایک حصہ شوء اور دوسرے میں کھجور کے باغ اور حضرت ابراہیمؑ کے دین پر اس کا دین۔ پنڈلیوں تک تہہ بند باندھنے والا، اپنے ہاتھ پیر اور چہرے کو دھونے والا اور ایک ایسی خصوصیت کا مالک، جو اس سے قبل انبیاء علیہم السلام میں نہ تھی یعنی ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہو کر آیا اور وہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوگا۔ تمام زمین اس کے لیے مسجد اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنادی جائے گی یعنی جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جائے گا اسی جگہ (اگر پانی نہ ہوا تو) تیمّم کر کے نماز ادا کر لے گا اس سے قبل انبیاء پر اس بارے میں تنگی تھی وہ گرجوں اور دوسری عبادت گاہوں کے سوا کسی اور جگہ نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔

میں نے اس قسم کی باتیں اس پادری کی زبانی اور دوسروں کی زبانی بھی سنیں تو مجھے اسلام کی حقانیت پر یقین آ گیا۔ میں مدینہ منورہ جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرفِ ایمان سے بہرہ ور ہو گیا۔ حضورؐ کی خدمت میں تمام واقعات بیان کیے تو آپؐ کو بہت پسند آئے اور آپؐ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ دوسرے لوگوں کو بھی ان سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ میں اس حدیث کو (وقتاً فوقتاً) صحابۂ کرام کے سامنے بیان کرتا تھا۔''

(ترجمان السنہ جلد سوم مولانا بدر عالم میرٹھی بحوالہ محمد بن عمر الواقدی)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ